قانون سزائے موت میں ترمیم

سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی سالگرہ کے موقع پر وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے وفاقی کابینہ کی جانب سے محترمہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تمام سات ہزار قیدیوں کی سزائے موت کو عمر قید میں بدلنے کا اعلان کیا ہے۔ گو اس اعلان کو ابھی قانونی حیثیت حاصل نہیں، لیکن ملک کے طول وعرض میں ایک نئی بحث نے جنم لیا ہے کہ مذکورہ اعلان قابلِ تحسین ہے یا قابلِ مذمت۔ چنانچہ اسی تناظر میں ہم بھی اپنی معروضات پیش کرتے ہیں۔

محترمہ کا معصومانہ قتل واقعی دلخراش منظر تھا جو ہر زاویۂ نگاہ سے قابلِ مذمت ہے۔ اس کی اسلامی، معاشرتی، اخلاقی اور قانونی، کسی بھی پہلو سے تائید ممکن نہیں، لیکن اسی بہیمانہ قتل پر اظہارِ تاسف کا جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ اس سے بھی زیادہ قابلِ مذمت ہے۔ ایک مقتول سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے دیگر مقتولین کے ورثا کے زخموں کو پھر سے تازہ کرنا کسی بھی اعتبار سے خوش کن نہیں۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ ہم ابھی اسلامی و معاشرتی قانونِ مساوات سے کوسوں دُور ہیں، جہاں چھوٹی بڑی شخصیت کی تمیز کیے بغیر تمام معاملات حل کیے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں ابھی بے نظیر اور ایک غریب مقتول میں پہاڑ جیسا فرق ہے جو معاشرتی ناہمواری کی واضح مثال ہے۔ ہمارے علم میں ہونا چاہئے کہ ورثا کیلئے ان کا جگر گوشہ بے نظیر ہی ہوتا ہے، ان کے بس میں ہو تو وہ اپنے مقتول کے قتل کی تحقیقات اقوام متحدہ سے بھی بڑے ادارے سے کروائیں۔ بہرصورت ہم اس کا اسلامی اور قانونی پہلو سے جائزہ نذر قارئین کرتے ہیں۔

اسلام کے فوجداری قوانین میں سے ایک عمومی قانون قانونِ قصاص ہے۔ قصاص کا معنی ہے مماثلت [لسان العرب، مادہ: ق ص ص] یعنی قاتل کو مقتول کی مثل ہی سزا دی جائے۔ اس حوالے سے اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَى بِالْأُنثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

[البقرۃ:۱۷۸]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے گا۔ غلام قاتل ہو تو غلام ہی قتل کیا جائے گا اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کیلئے تیار ہو تو معروف طریقے سے خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ جو اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کیلئے دردناک سزا ہے۔''

یعنی قتل کی صورت میں حکومت پر لازم کردیا گیا ہے کہ وہ قصاص لے، اِلا کہ ورثا معاف کردیں یا دیت وصول کرلیں۔ اس کے علاوہ تیسری کوئی استثنائی صورت موجود نہیں، نہ کسی کی سفارش اور نہ صدر و وزیر اعظم کا صوابدیدی اختیار اور نہ ہی کسی بھی سطح کی مقننہ کی قانون سازی۔

بہرصورت یہ تو ایک عمومی قانون کی طرف اشارہ ہے یہاں صورت مسئلہ یہ ہے کہ عدلیہ مجرمان کو سزا سنا چکی ہے صرف عملدرآمد باقی ہے جبکہ حکمران جماعت اسے تبدیل کرنا چاہتی ہے آیئے اس سے متعلق اسلام کا فیصلہ لیں۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

«تَعَافُوْا الْحُدُوْدَ فِيْمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ»

[سنن أبي داود:٤٣٧٦]

''آپس میں حدود کو معاف کردیا کرو، لیکن جو حد کا معاملہ میرے پاس پہنچ گیا وہ ضرور نافذ ہوگا۔''

یعنی قاضی کے فیصلے کے بعد سزا پر من وعن ضرور عمل ہوگا اسمیں تبدیلی کا کسی کو اختیار حاصل نہیں۔

سنن دارقطنی کی روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

« اشفَعُوْا مَا لَمْ يَصِلْ إِلَى الْوَالِي فَإِذَا وَصَلَ الْوَالِي فَعَفَا فَلَا عَفَا اللهُ عَنْهُ »

[سنن دار قطني:٣/٢٠٥]

''جب تک بات سلطان تک نہیں پہنچتی سفارش کرو، اگر معاملہ سلطان تک پہنچ گیا اور سلطان نے معاف کردیا تو اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں کریں گے۔''

دیکھیے کتنی وضاحت سے آپ نے بات سمجھائی کہ عدالت تک معاملہ پہنچنے کے بعد خود سلطان کو بھی اختیار نہیں کہ وہ اسے معاف کرے اگر اس نے ایسی جسارت کی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مواخذہ ہوگا۔ اسی طرح جرم ثابت ہونے کے بعد سفارش کرنے پر آپ ﷺ نے اپنے چہیتے صحابی سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ دیا تھا جب انہوں نے مخزومیہ قبیلہ کی عورت کے بارے میں سفارش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللهِ» [صحیح مسلم:۱۶۸۸]

''کیا تو اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے۔''

چنانچہ اس بات پر اجماع ہے کہ عدالتی کارروائی کے بعد کسی اتھارٹی کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ سزا معطل کرے اِلا کہ جو شرعی مستثنیات ہیں۔

ابن عبدالبر نے الاستذکار میں اس کا ذکر کیا ہے کہ جب معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو اس پر واجب ہوجاتا ہے کہ وہ اس کو نافذ کرے۔ چنانچہ آج اگر حکمران جماعت مذکورہ اعلان کو قانون کی شکل دے کر عمل درآمد کرواتی ہے تو یہ کھلی اسلام سے بغاوت ہے۔

عجیب منطق ہے کہ حکمرانوں کو قاتلوں سے متعلق انسانی حقوق تو یاد ہیں، لیکن مقتولین سے متعلقہ حقوق ذہنوں سے محو ہو چکے۔ ان مظلوموں کے حقوق کا کون تحفظ کرے جن پر ظلم کا پہاڑ گرا، جن کا پائی پائی سے جمع کیا ہوا پیسہ عدالتوں کی نذر ہوگیا، جنہوں نے انصاف کے حصول کی خاطر اپنی جان تک کا خطرہ مول لیا، مجرم کو معاف کرتے ہوئے اہل اقتدار کو ان مظلوموں پر رحم کیوں نہیں آیا؟ یہی بشری کمزوری ہے کہ انسان قانون سازی کرتے ہوئے متوازن نہیں رہتا اس لئے اسلامی قوانین ہی وہ اصل ہیں جنہوں نے ہر پہلو کی رعایت کی ہے۔ اور آج انہیں پر عملدرآمد کی ضرورت ہے۔

بہرصورت ہم اہل اَرباب سے امید کرتے ہیں کہ وہ اسلامی ریاست کے حکمران ہوتے ہوئے اسلامی قوانین کا پاس کریں گے ورنہ اسلام کے فیصلے تو انتہائی سادہ ہیں۔

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾ [المائدۃ:۴۷]

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔''

دوسری آیات میں 'فاسقون' کی جگہ 'ظالمون' اور 'کافرون' کے الفاظ بھی ہیں۔ العیاذ باللہ

یہ تو رہی اسلام کی بات آیئے اب قانونِ پاکستان پر بھی نظر ڈالتے ہیں۔ آئین پاکستان کے قانون فوجداری کے تحت مذکور ہے۔

سزائے موت

ہر ایسی صورت میں جب کہ سزائے موت کا حکم صادر کیا جا چکا ہو، مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت جس کے صوبہ میں مجرم کو سزا کا حکم صادر کیا گیا ہو مجرم کی رضامندی کے بغیر اس سزا کو مجموعہ قوانین ہٰذا کی رو سے مقرر شدہ کسی دوسری سزا میں تبدیل کرسکتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ کسی ایسے مقدمے میں جس میں کسی مجرم کو کسی قتل کے جرم کی نسبت سزائے موت دی جاتی ہو تو ایسی سزا بلا رضامندی وارثانِ قدر رسید تبدیل نہیں کی جاسکتی۔ [مجرا ایکٹ کریمینل، مترجم: ملک جاوید اعوان]

یعنی آئین بھی اسلامی قوانین کی مثل یہ اختیار صرف ورثا کو دیتا ہے کہ ایسا ورثا کی رضا مندی سے ہی ممکن ہے۔ چنانچہ حکمران جماعت کی طرف سے کیا گیا اعلان اسلام اور قانونِ پاکستان دونوں کے مخالف ہے اور اسی طرح ملک بھر میں بھی وسیع پیمانے پر اس کی مخالفت کی گئی ہے۔ سپریم کورٹ نے بھی سوموٹو ایکشن لیا ہے، وزارتِ قانون بھی اس کے حق میں نہیں جب ہر طبقہ اس کا مخالف ہے تو محترمہ سے محبت اور وابستگی کے اظہار کے دیگر اقدامات پر غور کرنا چاہئے تا کہ اسلام اور قانون کا پاس بھی ہو جائے اور محبتیں بھی برقرار رہیں۔

غور فرمائیے! عقل و منطق بھی اسے تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں کہ مدعی کا دعویٰ، قرائن کی موجودگی، گواہان کی گواہی اور جج کا باریک بینی سے جائزہ لے کر کیا گیا فیصلہ بے وقعت ہے اگر وہ حکمرانوں کی منشا کے خلاف ہو یا درمیان میں کسی کی محبت یا وابستگی آڑے آجائے۔

ہم اس اُمید سے اپنی بات کو ختم کرتے ہیں کہ حکومت ایسا جذباتی اور اشتعال انگیز قدم اٹھانے سے گریز کرے گی۔

(نعیم الرحمٰن ناصف)

فاضل كلية الشريعة

☆ ...... ☆ ...... ☆